International Research Jounral of Islamic Culture & Communication

IRJICC

ISSN:3007-4630 (P),3006-8304(E)

آبی حیات سے متعلق حلال اسٹینڈرڈز میں ہم آہنگی میں فقہ المقاصد کا کردار

THE ROLE OF FIQH AL-MAQASID IN HARMONIZING HALAL STANDARDS RELATED TO AQUATIC LIFE

1. *Shakeel Ahmed*
shakilahmed256.sa@gmail.com
PhD Scholar, Department of Islamic Thought , History and Culture, Allama Iqbal Open University, Islamabad.

2. *Prof. Dr. Mohyuddin Hashmi*
mohyuddin.hashmi@aiou.edu.pk
Dean, Faculty of Arabic and Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad.

Vol. 04, Issue, 01, Jan-March 2026, PP:195-216

OPEN ACCES at: www.irjicc.com

Article History	Received	Accepted	Published
	15-01-26	03-02-26	30-03-26

Abstract

The rapid expansion of the global halal industry has increased the need for standardized and harmonized halal regulations across different countries and certification bodies. Aquatic life represents a significant area of this discussion because juristic differences concerning the permissibility and impermissibility of various aquatic animals may influence halal certification, international trade, and consumer confidence. This study examines the role of Fiqh al-Maqāṣid (Maqasid-oriented Islamic jurisprudence) in harmonizing halal standards related to aquatic life. It particularly focuses on the objectives of Islamic law, including the realization of benefit, prevention of harm, removal of hardship, facilitation, and consideration of necessity, need, and complementary interests.The study argues that juristic disagreement in itself does not necessarily prevent the harmonization of halal standards. Rather, the challenge arises when subsidiary juristic differences are transformed into rigid and universally binding certification requirements without distinguishing between definitive Shariah rulings, issues of juristic interpretation, precautionary measures, and complementary standards. The research therefore explores how Fiqh al-Maqasid, in conjunction with comparative jurisprudence and contemporary global

CC BY

fiqh, can provide a principled framework for selecting among recognized juristic opinions while preserving the essential requirements of Shariah. The study further examines the principles of raf al-ḥaraj (removal of hardship), al-yusr (facilitation), maslahah (public benefit), and al-qalil kal-madum (treating a negligible amount as legally insignificant) in relation to halal standardization. The thesis material indicates that the classification of interests into necessities, needs, and complementary interests provides an important framework for determining the degree of flexibility permissible in halal standards. Likewise, the principles of removal of hardship and facilitation provide a basis for addressing standards that may create unnecessary difficulties in international halal trade. The research concludes that a maqasid-based approach can contribute significantly to developing more coherent, practical, and internationally harmonized halal standards for aquatic products, provided that such harmonization remains within the boundaries of established Shariah principles and recognized juristic opinions.

KeyWords : *Aquatic Life, Halal Standards, Removal of Hardship, Halal Certification.*

تعارف

عالمی سطح پر حلال صنعت اور حلال مصنوعات کی تجارت میں تیزی سے وسعت پیدا ہونے کے باعث مختلف ممالک اور حلال سرٹیفکیشن اداروں کے درمیان حلال معیارات میں ہم آہنگی کی ضرورت روز بروز بڑھ رہی ہے۔ آبی حیات اس بحث کا ایک اہم شعبہ ہے، کیونکہ مختلف آبی جانوروں کی حلت و حرمت کے بارے میں فقہاء کے مابین پائے جانے والے اجتہادی اختلافات حلال سرٹیفکیشن، بین الاقوامی تجارت اور صارفین کے اعتماد پر اثر انداز ہو سکتے ہیں۔

زیرِ نظر تحقیق میں آبی حیات سے متعلق حلال اسٹینڈرڈز میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے فقہ المقاصد کے کردار کا جائزہ لیا گیا ہے۔ [1] تحقیق میں مقاصدِ شریعت کے بنیادی اصول، بالخصوص جلبِ منفعت، دفعِ مضرت، رفعِ حرج، یسر و آسانی، مصلحت اور ضروریات و حاجیات و تحسینیات کو بنیادی نظریاتی فریم ورک کے طور پر اختیار کیا گیا ہے۔ اس مقالے میں حلال معیارات کے اختلاف کے حل کے ضمن میں مقاصدِ شریعت اور فقہی قواعد کی طرف واضح دی گئی ہے۔

تحقیق کا بنیادی موقف یہ ہے کہ فقہی اختلاف بذاتِ خود حلال اسٹینڈرڈز میں ہم آہنگی کی ناقابلِ عبور رکاوٹ نہیں ہے۔ اصل مسئلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب اجتہادی یا احتیاطی نوعیت کے فقہی اختلافات کو ایسی لازمی عالمی شرائط میں تبدیل کر دیا جائے جن کی شرعی حیثیت قطعی یا ضروری نہ ہو۔ اس لیے حلال اسٹینڈرڈز کی تشکیل میں ضروری ہے کہ قطعی شرعی احکام، اجتہادی مسائل، احتیاطی تدابیر اور تحسینی امور کے درمیان واضح امتیاز رکھا جائے۔ مقاصدِ شریعت کی روشنی میں مصالح کو ضروریات، حاجیات اور تحسینیات میں تقسیم کرنا اس سلسلے میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ مقالے میں بھی یہ واضح کیا گیا ہے کہ حاجیات کا مقصد لوگوں سے حرج اور غیر معمولی مشقت کو دور کرنا ہے، جبکہ تحسینیات بنیادی ضرورت کے درجے میں نہیں ہوتیں۔

اسی طرح حلال اسٹینڈرڈز میں ایسی شرائط جو بین الاقوامی تجارت میں غیر ضروری رکاوٹ پیدا کریں، ان کے بارے میں رفعِ حرج اور یسر کے مقاصدی اصولوں کی روشنی میں دوبارہ غور کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ اس سے کسی قطعی شرعی حکم کی خلاف ورزی لازم نہ آئے۔ مقالے میں عالمی حلال تجارت کے تناظر میں اسی نوعیت کے حرج اور مشقت کے ازالے کو مقاصدی اصولوں کے تحت زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

مقدمہ

اسلامی شریعت ایک جامع نظامِ حیات ہے جس میں انسانی زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق رہنمائی موجود ہے۔ کھانے پینے کی اشیاء اور ان کے حلال و حرام ہونے کا مسئلہ بھی اسلامی شریعت میں خصوصی اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ حلال غذا کا تعلق نہ صرف انسانی جسم سے ہے بلکہ مسلمان کی دینی زندگی اور اس کے اعمال کی قبولیت سے بھی اس کا گہرا تعلق ہے۔ ماضی میں حلال و حرام کا مسئلہ زیادہ تر انفرادی استعمال اور مقامی معاشرتی حالات تک محدود تھا، لیکن موجودہ دور میں عالمی تجارت، جدید فوڈ انڈسٹری، سمندری وسائل کے صنعتی استعمال، ادویات، کاسمیٹکس اور مختلف مصنوعات کی بین الاقوامی درآمد و برآمد نے اس مسئلے کو ایک نئے عالمی تناظر میں پیش کر دیا ہے۔

آبی حیات سے حاصل ہونے والی مصنوعات اس سلسلے میں خصوصی اہمیت رکھتی ہیں۔ مچھلی اور دیگر آبی جانوروں سے نہ صرف غذائی اشیاء تیار کی جاتی ہیں بلکہ ان کے اجزاء مختلف صنعتی، طبی اور تجارتی مصنوعات میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔۔ یہ صورتِ حال اس امر کی متقاضی ہے کہ آبی حیات سے متعلق حلال اسٹینڈرڈز محض ایک مقامی فقہی رائے پر قائم نہ ہوں بلکہ ان کی تشکیل میں فقہی اختلاف، شرعی اصول، مقاصدِ شریعت اور جدید عالمی تجارتی تقاضوں کو مناسب توازن کے ساتھ پیشِ نظر رکھا جائے۔

آبی حیات کی حلت و حرمت کے بارے میں فقہائے کرام کے درمیان بعض مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ اختلاف محض نظری نوعیت کا نہیں رہا بلکہ جدید دور میں اس کے عملی اثرات حلال صنعت اور بین الاقوامی تجارت تک پہنچ چکے ہیں۔[2] اصل تحقیقی مواد میں یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ آبی حیات کی حلت و حرمت میں فقہاء کی آراء کا مختلف ہونا مخصوص اصول و قوانین کی بنیاد پر ہے اور فقہی اختلاف کی وجہ سے حلال انڈسٹری کو جو مشکلات پیش آتی ہیں، ان کا حل اسلامی فقہ کے اصولوں کی روشنی میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔[3]

آبی حیات کا مفہوم

آبی حیات سے مراد وہ جاندار مخلوقات ہیں جن کا تعلق پانی سے ہو اور جن کی زندگی کا بنیادی ماحول سمندر، دریا، جھیل یا دیگر آبی مقامات ہوں۔ فقہی بحث میں بالخصوص سمندری اور آبی جانوروں کی حلت و حرمت کا مسئلہ اہمیت رکھتا ہے۔

آبی حیات کے بارے میں فقہی احکام متعین کرتے وقت فقہاء نے جانور کی نوعیت، اس کا رہنے کا مقام، اس کی خوراک، اس کی ظاہری خصوصیات اور اس سے متعلق شرعی نصوص کو پیشِ نظر رکھا ہے۔

اختلاف کی ایک نمایاں مثال یہ ہے کہ بعض فقہاء آبی جانوروں کے بارے میں وسیع تر اصلِ حلت کے قائل ہیں، جبکہ بعض فقہاء نے مخصوص آبی جانوروں کو الگ کر کے ان کے حکم پر تفصیلی بحث کی ہے۔

سمندری جانوروں کی حلت و حرمت میں فقہی اختلاف

آبی حیات میں سمندری جانور حلال گوشت کا ایک اہم ذریعہ ہیں، گوشت کے علاوہ بھی سمندری جانوروں کے اجزاء کا استعمال ادویہ اور کاسمیٹکس میں بکثرت ہوتا ہے، اور دور جدید میں تو اس کا استعمال بہت بڑھ گیا ہے، اس لئے سمندری جانوروں کی حلت و حرمت کا مسئلہ اسلامی فقہ میں ایک اہم موضوع رہا ہے، جس پر مختلف فقہی مذاہب کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ اختلاف قرآن و حدیث کی نصوص کی تشریحات کی بنا پر ہے، اور اس اختلاف کی بنیاد پر معروف فقہی دبستانوں میں اختلاف پایا جاتا ہے، ذیل میں ہم چاروں اہم فقہی مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی) کے نقطہ نظر کو پیش کرتے ہیں:

احناف کے نزدیک سمندری جانوروں میں سے صرف مچھلی اپنی تمام اقسام کے ساتھ حلال ہے، جب کہ دیگر سمندری مخلوقات جیسے کیکڑا، اکٹوپس وغیرہ کا کھانا جائز نہیں، ان کا استدلال قرآن کریم کی ان دو آیات مبارکہ سے ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ

اس آیات میں بری اور بحری جانوروں میں کوئی فرق نہیں کیا گیا۔

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ

اور مچھلی کے علاوہ جتنے بھی سمندری جانور ہیں وہ خبائث میں داخل ہونے کی وجہ سے بنص قرآنی حرام ہیں۔ اور قرآن کریم کی جو آیت سمندری جانوروں کی مطلق حلت پر دلالت کرتی ہیں، جیسے

"أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ"

ان مذکورہ دو آیات بینات سے ان میں تخصیص کی جائے گی۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

الحيوان في الأصل نوعان: نوع يعيش في البحر، ونوع يعيش في البر، أما الذي يعيش في البحر فجميع ما في البحر من الحيوان يحرم أكله إلا السمک خاصة؛ فإنه يحل أكله إلا ما طفا منه۔[4]

یعنی سمندر میں زندگی گزارنے والے تمام جانوروں میں سے صرف مچھلی حلال ہے۔

سمندری جانوروں سے متعلق مالکیہ کا مذہب:

مالکیہ کے نزدیک تمام سمندری جانور حلال ہیں، چاہے وہ مچھلی ہو یا مچھلی کے علاوہ کوئی اور جانور ہو۔

مالکیہ کے ہاں اہم شرط:

مالکیہ کے ہاں ایک اہم شرط یہ ہے کہ مچھلی زندہ حالت میں پکڑی گئی ہو، اور اس کی موت پانی میں نہ ہوئی ہو۔

مالکیہ قرآن کریم کی اس آیت "أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ" کے عموم سے استدلال کرتے ہیں، کہ یہ آیت عام ہے اس میں تمام

سمندری جانور آجاتے ہیں، اس آیت میں کسی جانور کی حلت کو خاص نہیں کیا گیا، "صید البحر" کا لفظ تمام سمندری جانوروں کو عام ہے۔
اس کے علاوہ اس حدیث مبارک سے بھی استدلال کرتے ہیں:

ھُوَ الطَّھُورُ مَاؤُہُ الْحِلُ مَیْتَتُہُ[5]

مُوَطا امام مالک میں ہے

"وكل شيء في البحر مذبوحا كان أو غير مذبوح فهو حلال"۔

یعنی تمام سمندری جانور حلال ہیں، خواہ وہ مذبوح ہوں یا غیر مذبوح ہوں۔

شوافع کے مذہب کے مذہب کی ایک وجہ تو بعینہ وہی ہے جو حنابلہ کا مذہب ہے، یعنی تین سمندری جانوروں کے علاوہ باقی سب سمندری جانور حلال ہیں، اور ان کے مذہب کی دوسری وجہ یہ ہے سمندری جانوروں میں مچھلی حلال ہے اور اس کے علاوہ جو بری جانور حلال ہیں ان کی نظیر سمندری جانوروں میں بھی حلال ہے، جیسے گائے بکری وغیرہ، اور جو بری حرام ہیں، ان کی نظیر سمندری جانوروں میں بھی حرام ہے، جیسے خنزیز اور کتا وغیرہ. اور اس قول کے اختیار کرنے کی وجہ، سمندری جانوروں کو بری جانوروں پر قیاس کرنا ہے، یہی مذہب حنابلہ میں ایک قول ہے۔

شوافع قرآن کریم کی آیت کے ایک جزسے استدلال کرتے ہیں، یعنی **"لَحۡمًا طَرِيًّا"** کے عموم سے استدلال کرتے ہیں، جس میں تمام سمندری جانور شامل ہیں۔ امام شافعی کی "کتاب الأم" میں ہے:

"وكل ما في البحر من دواب فهو حلال حيا و ميتا"[6]

حنبلی مذہب کا نقطہ نظر

حنابلہ کے نزدیک تمام سمندری جانور حلال ہیں خواہ وہ مچھلی ہو یا کوئی اور جانور، بشرط کہ وہ سمندری ہو اور اس کی شکل و صورت قابل اکل ہو، اسی وجہ سے حنابلہ تین اہم اور معروف سمندری جانوروں کا حلت سے استثناء کرتے ہیں، مینڈک، مگرمچھ اور سانپ۔ ان کی شکل سے ہی سے کراہت محسوس ہوتی ہے۔ ان کے مستدلات وہی ہیں جو مالکیہ اور شوافع کے ہیں اس کے علاوہ ان کا استدلال اس حدیث مبارک سے بھی ہے: **"ھو الطھور ماؤہ الحل میتتہ"**

المغنی میں ابن قدامہ لکھتے ہیں: **وما لا يعيش إلا في الماء فهو حلال وإن لم يكن سمكا**

مذاہب ودلائل پہ تفصیلی حوالہ:

قوله « بَحْرِي وَبَرِيٌّ » : الحيوان البحري هو ما لا يعيش إلا في الماء كالأسماك والحيتان وغير ذلك، والحيوان البري المقصود به ما يعيش في البر من الدواب أو الطيور ونحو ذلك--- فهذه هي أقوال الفقهاء فيما يحل وما لا يحل۔[7]

سمندری جانوروں میں دو اہم اختلاف

پہلا اختلاف: سمک طافی

اس پہ تو تمام آئمہ کا اتفاق ہے سمندری جانوروں میں،،سمک،،یعنی مچھلی حلال ہے، لیکن پھر مچھلی میں،،سمک طافی،،میں آئمہ کا باہم اختلاف ہے۔

احناف کا مسلک:

احناف کے ہاں سمک طافی حلال نہیں ہے، جب کہ دیگر آئمہ کے ہاں حلال ہے۔

وَذَهَبَ مَنْ عَدَا الْحَنَفِيَّةِ إِلَى إِبَاحَةِ كُلِّ حَيَوَانَاتِ الْبَحْرِ بِلَا تَذْكِيَةٍ وَلَوْ طَافِيَةً.

سمک طافی کی تعریف:

وَالطَّافِي: هُوَ الَّذِي مَاتَ فِي الْمَاءِ حَتْفَ أَنْفِهِ، بِغَيْرِ سَبَبٍ حَادِثٍ، سَوَاءٌ أَعَلَا فَوْقَ وَجْهِ الْمَاءِ أَمْ لَمْ يَعْلُ، وَهُوَ الصَّحِيحُ.

طافی وہ مچھلی ہے جو پانی میں کسی نئے سبب کے بغیر اپنی موت مر جائے، خواہ پانی کی سطح پہ بلند ہو جائے یا پانی کی سطح پہ بلند نہ ہو، یہی صحیح ہے۔

حلال معیارات پہ سمک طافی کا اثر

حلال معیارات اور سمندری جانوروں کی حلت و حرمت میں یہ اہم اختلاف ہے، جو مچھلی کے گوشت اور اس کے دیگر اجزاء کی حلت پہ اثر انداز ہو گا اور پھر حلال معیارات میں اختلاف پر منتج ہو گا۔

سمندری جانوروں میں دوسرا اہم اختلاف

چھلکے والی مچھلی (سمک ذو القشر) کی حلت و حرمت

مچھلی کے چھلکوں کو عربی میں دو الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے، قشر اور فلس، اور چھلکے والی مچھلی عربی کتب فقہ میں،،سمک ذو قشر یا سمک ذو فلس،،کے ساتھ مذکور ہے۔

چھلکے والی مچھلی میں فقہی اختلاف:

اس مچھلی کے بارہ میں اہلسنت اور اہل تشیع فقہاء کے درمیان نمایاں اختلاف پایا جاتا ہے، اہل سنت کے تمام فقہاء اور بالخصوص آئمہ اربعہ اور آئمہ اربعہ کے مسلک پہ بنائے گئے شرعی اور حلال معیارات کے مطابق،، چھلکے والی،، مچھلی حلال ہے، جب کہ اہل تشیع اور بالخصوص اہل تشیع امامیہ کے نزدیک چھلکے والی مچھلی حلال ہے، اور بغیر چھلکے والی مچھلی حرام ہے، پھر چھلکے کے حوالے سے کچھ اختلاف ہے جو ابھی آیا چاہتا ہے۔

شیعہ امامیہ کے نزدیک صرف وہی مچھلی حلال ہے جس کے جسم پر چھلکا (قشر / فلس) ہو۔

"والسمک یؤکل منہ ما کان لہ فلس، فاما مالم یکن لہ قشر... فلا یحل اکلہ"۔

مچھلی کے بعض حصوں پر بھی چھلکا ہو تو کافی ہے، اور اگر چھلکا فطرتاً بالکل نہ ہو، تو وہ مچھلی حرام ہے۔

"فالمعیار عند شیعة الامامیة أن یکون للسمک قشر یظهر عرفاً."

علماء کے نزدیک اگر چھلکے کی تعیین میں شک ہو، تو حرمت کا حکم ہو گا، یا پھر عرف و اہل خبرہ کی شہادت معتبر ہو گی۔

احناف: صرف "مچھلی" حلال ہے، یعنی پانی کی وہ جاندار چیز جو عرفاً مچھلی کہلاتی ہو. چھلکا ہونا شرط نہیں۔"سمندری مخلوقات میں سے صرف مچھلی حلال... چھلکا ہونا شرط نہیں بلکہ مچھلی ہونا کافی ہے. شوافع، مالکیہ، حنابلہ کے نزدیک سمندر کے تقریباً تمام جاندار حلال ہیں، صرف ضرر یا کراہت کی بنیاد پر کچھ مستثنیٰ ہیں۔

قال الشافعي: "وأباح أكل جميع حيوان البحر."

"هو الطهور ماؤه، الحل ميتته."

اس حدیث کی بنا پر مالکی اور شافعی و حنبلی فقہاء سمندری کیڑے، جھینگا، کیکڑا، آکٹوپس، شارک وغیرہ سب کو حلال سمجھتے ہیں۔ فقہاء اربعہ کے دلائل ان کے اختلاف کے مقام مذکور ہیں۔

فرق کی اصل وجہ

شیعہ فقہاء احادیثِ اہل بیتؑ سے دلیل پکڑتے ہیں کہ بغیر چھلکے والی مچھلی فطرتاً نجس و غیر طیب ہے۔ اہل سنت کے یہاں اصل معیار "مچھلی" کی عرفیت اور عام اطلاق ہے، اور حنفیہ نے احتیاط برتی کہ غیر مچھلی مخلوقات (جیسے کیکڑا وغیرہ) حرام ہیں، مگر مچھلی کی خاص قسم ہو تو چھلکا شرط نہیں۔ جمہور سنی علماء کے نزدیک تمام مردہ سمندری جانور (جو مچھلی کی تعریف میں آتے ہوں) اور صرف پانی میں رہتے ہوں، حلال ہیں۔

آبی حیات کے احکام میں فقہی مذاہب کے درمیان اختلاف کی اہم مثال سمندری جانوروں کی حلت کا مسئلہ ہے۔ حنفی فقہ میں مچھلی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، جبکہ کیکڑا، جھینگا، مگرمچھ وغیرہ جیسے بعض دیگر آبی جانوروں کے بارے میں حلت کے حوالے سے اختلافی تفصیلات موجود ہیں۔[8] اس کے مقابلے میں مالکی، شافعی اور حنبلی فقہاء نے سمندری جانوروں کے بارے میں زیادہ وسیع اصلِ حلت کے دلائل پیش کیے ہیں۔

ابن قدامہ حنبلی کہتے ہیں۔

"ومالا يعيش إلا في الماء فهو حلال وإن لم يكن سمكاً"[9]

یعنی جو جانور صرف پانی میں زندہ رہتا ہے وہ حلال ہے، اگرچہ وہ مچھلی نہ بھی ہو۔

یہاں حلال اسٹینڈرڈز کے لیے فقہ المقاصد کا ایک اہم پہلو سامنے آتا ہے: اگر کسی مسئلے میں معتبر فقہی مذاہب کے درمیان اختلاف موجود ہو، تو عالمی معیار بنانے والے ادارے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اختلاف کو علمی طور پر تسلیم کرے اور ہر قول کی شرعی بنیاد، قوتِ دلیل اور عملی مآل کا جائزہ لے۔

سمندری جانوروں کے بارے میں حلت کا بنیادی استدلال

آبی جانوروں کی حلت کے قائل فقہاء کے اہم دلائل میں قرآن کریم کی آیت:

﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ﴾[10]

اور حدیثِ نبوی: **هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ الْحِلُّ مَيْتَتُهُ**[11] شامل ہیں۔

شافعی اور حنبلی فقہاء کے موقف کے ضمن میں اسی حدیث کو بنیادی دلیل کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے مقابلے میں حنفی فقہ میں آبی جانوروں کے حکم کے لیے مچھلی کو بنیادی معیار قرار دینے کی تفصیل موجود ہے۔ اس اختلاف کی بنیاد نصوص کے مفہوم، دلالت اور ان کے اطلاق کے مختلف فقہی مناہج میں تلاش کی جاسکتی ہے۔[12]

مچھلی کے فلس / چھلکے کا مسئلہ

آبی حیات سے متعلق ایک اہم اختلاف مچھلی کے فلس / چھلکے سے متعلق ہے۔

اہل سنت کے نزدیک مچھلی کے حلال ہونے کے لیے چھلکا شرط نہیں،[13] جبکہ شیعہ امامیہ کے فقہی موقف میں چھلکے والی مچھلی کو حلال اور بغیر چھلکے والی مچھلی کو حرام قرار دینے کی رائے موجود ہے۔[14] یہ مسئلہ جدید حلال اسٹینڈرڈز کے لیے خصوصی اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ اگر کسی بین الاقوامی حلال معیار میں کسی خاص فقہی مذہب کی رائے کو واحد لازمی معیار بنا دیا جائے تو دوسرے معتبر فقہی مناہج کے مطابق حلال مصنوعات کی تجارت میں رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے۔

یہاں فقہِ مقارن اور فقہ المقاصد دونوں کی ضرورت سامنے آتی ہے۔ فقہِ مقارن مختلف آراء اور ان کے دلائل کو سامنے لاتی ہے، جبکہ فقہ المقاصد ان آراء کے عملی مآلات اور مصالح کا جائزہ لینے میں مدد دیتی ہے۔

مقاصد شریعت، قواعد کلیہ سے حلال معیارات میں اختلافات کا حل:

شریعت مطہرہ کی اساس قرآن و سنت ہیں جو کہ نصوص کہلاتی ہیں لیکن ظاہر ہیں نصوص محدود اور مسائل لامحدود ہیں لہذا ان مسائل کے حل کرنے کا واحد راستہ اجتہاد ہے جدید پیش آمدہ مسائل میں اجتہاد کے نتیجہ میں اگر تمام فقہاء کرام ایک مسئلہ پر متفق ہوں جائیں تو اجماع ہے ورنہ ہر فقیہ کا اپنا اپنا قیاس ہے اجتہاد کبھی نصوص سے مستنبط علت کی بنیاد پر کیا جاتا ہے یہ اجتہاد منصوص ہے اور کبھی یہ اجتہاد بنی نوع انسان کی مصالح اور ان سے مفاسد کو دور کرنے کے لیے علت کے بجائے مصلحت کی بنیاد پر کیا جاتا ہے یہ اجتہاد غیر منصوص ہے جو کہ مصالح مرسلہ،استحسان، مقاصد شریعت اور عرف وعادت وغیرہ ہیں۔ موجودہ دور میں جدید مسائل کی کثرت اس بات کی متقاضی ہے،قدیم فقہاء کرام نے بھی فقہ المقاصد کااستعمال اپنی قدیم فقہی تراث میں کیا ہے،تاہم صراحت کے ساتھ اور فقہ المقاصد کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کیا۔

دور حاضر میں جدید مسائل کی کثرت،جدت اور پیچیدگی کی وجہ سے فقہاء کرام نے فقہ المقاصد،مباح تلفیق بین المذاہب،اور قواعد کلیہ کو بھی ان مسائل کے حل کے لئے برتا ہے، ہم کوشش کریں گے کہ ان مصادر سے مدد لے کر،ہم حلال معیارات میں اختلاف کے حل کی جانب پیش رفت کریں۔

مقاصد شریعت کا معنیٰ ومفہوم:

مقاصد جمع ہے "مقصد "بکسر صاد کی۔ اس کا مادہ " ق صد "ہے، جس کے معنی راستہ کا درست ہونا، افراط و

تفریط نہ کرنایعنی معتدل رہنا، اعتماد ، ارادہ کرنا، عدل اور منزل وغیرہ کے آتے ہیں۔ ابن منظور افریقی لفظ" القصد " کے ذیل میں لکھتے ہیں:

قصد :القَصْدُ :استِقَامَةُ الطَّرِيقِ .والقَصْدُ : العَدْل وَفِي الْحَدِيثِ :القَصدَ،القصدَ تَبلُغُوا أَي عَلَيْكُمْ بِالقَصْدِ مِنَ الأُمور فِي القَوْلِ وَالفِعْلِ،[15]

یعنی" ق ص د ،،کا مفہوم کسی چیز کے مصمم ارادہ کرنے، مستعدی، توجہ دینے اور قصد کرنے کے مقام پر دلالت کرتا ہے۔

احمد الریسونی لفظ" المقصد " کے لغوی مفہوم کی حقیقت امد علی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"المقصود، أو المقصد هو ما تتعلق به نيتنا وتتجه إليه إرادتنا عند القول او" الفعل[16].

مقصود یا مقصد یہ ہماری نیت سے تعلق رکھتے ہیں اور قول یا فعل میں ہمارے ارادے پر اس کا اختتام ہوتا ہے۔

یعنی بات کرنے میں یا کسی کام کو انجام دینے میں درست نیت کے ساتھ اسے انتہا تک پہنچانے کا نام مقصود ہے ، یہی وجہ ہے کہ الدکتور طه عبد الرحمن نے لفظ" قصد "کی وضاحت کے دوران اس کو تین معنی میں مشترک قرار دیا۔ اُن کے نزدیک یہ لفظ " فائدہ مند ،نیت کی درستی اور لہو ولعب سے پاک اچھی غرض اور حکمت وغیرہ جیسے اہم امور میں استعمال ہوتا ہے[17]۔

یعنی قول و فعل کی درست نیت، کام میں مستعدی، افراط و تفریط کی درمیانی راہ اور عدل پر چلتے ہوئے منزل تک پہنچنا جیسے معنی میں" المقصد کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔شریعت کا لفظ" شرع "سے نکلا) ماخوذ (ہے، جس کے معنی لغت میں" صراط مستقیم ، دین ، ملت ، المنہاج، پانی پینے کے مقام، کشادہ راستہ اور گمان وغیرہ "کے آتے ہیں، الجوھری" شرع "کے معنی ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الشَّرِيعَةُ :مَشْرَعَةُ الماءِ، وهو مورد الشاربَةِ والشَّرِيعَةُ :ما شَرَعَ الله لعباده من الدين.وقد شَرَعَ لهم يَشْرَعُ شَرْعاً، أَي سن .والشارع :الطريق الاعظم[18].

یہی وضاحت" ابو عبدالرحمن خلیل بن احمد نے ،،کتاب العین،،میں) ج 1 ،ص 253 پر اور الازھری نے،، تہذیب اللغۃ،، میں) ج 1 ،ص (273 میں ذکر کی ہے کہ الشریعۃ سے مراد پانی کا گھاٹ یعنی پانی پینے والے کے پانی پینے کی جگہ،اور) اس کے علاوہ (الشریعۃ سے مراد وہ دین / قانون جو اللہ تعالی نے اپنے بندون کے لیے مقرر فرمایا ، تاکہ وہ اس کے مطابق اپنی زندگی گزاریں،اور ،،الشارع،، واضح اور روشن راستے کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔

یہ لفظ حدیث مبارکہ میں متعدد معنی میں مستعمل ہے ، ابن الا ثیر نے لفظ" شرع "کے ذیل میں اس کا

معنی ملت، دین ذکر کیا ہے، نیز انہوں نے شریعہ کے معنی " بہتے پانی پر اونٹوں کا پانی پینے کے لیے آنا،، ذکر کیا ہے[19]۔

امام راغب الاصفہانی "الشریعہ" کو شریعۃ الماء کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قال بعضهم: سميت الشَّرِيعَةُ شَرِيعَةً تشبيها بشريعة الماء من حيث إنّ من شرع فيها على الحقيقة المصدوقة روي وتطهر[20]

بعض محققین کے مطابق شریعت کو شریعت الماء کے ساتھ تشبیہ دینے اور شریعت نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں احکام منقح کر کے درست انداز اور حقیقت کے عین مطابق مشروع کیے گے ہیں۔

لغت میں" الشریعہ شرع کا مصدر ہے، جس کا معنی واضح راستہ، دین وملت ، پانی پینے کی جگہ کے ہیں، جب کہ شریعہ سے مراد پانی پینے کا مقام ہے۔ مذہبی قوانین / قانون الہی کو بھی شریعت کہا جاتا ہے کیوں کہ جس طرح جائے مشروبہ /پینے کی جگہ کی جانب ہر کوئی متوجہ ہوتا ہے ، اسی طرح قانون الہی کی جانب بھی ہر کوئی توجہ دیتا ہے۔

اصلاح میں مقاصد الشریعہ کا مفہوم یہ ہے کہ متقدمین نے مقاصد شریعت کی واضح مخصوص یا متعین تعریف بیان نہیں کی،باوجود اس کے کہ متقدمین اصولیین اور فقہائے کرام نے اجتہاد کے بارے میں سیر حاصل بحثیں فرمائی ہیں،اور ہر بات کو منقح وواضح فرمایا ہے، چنانچہ ان حضرات نے مقاصد شریعت کی تقسیم ، افادیت ، مترادفات، اس کے اطلاق، اس کے لیے مستعمل الفاظ اور زمانہ کے تغیر کی وجہ سے اس کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالی ہے، امام شاطبی نے" الموافقات "میں مقاصدِ شریعت پر عمدہ بحث کی، لیکن انہوں نے بھی مقاصد شریعت کی اصطلاحی تعریف ذکر نہیں کی، جیسے الشیخ نور الدین الخادمی نے وضاحت کی ہے:

"لم يوجد عند العلماء الأوائل تعريف واضح أو محدد أو دقيق لمقاصد الشريعة وذكروا بعض الحكم والإسرار والعلل المتصلة بأحكامها وأدلتها[21]۔

ابتدائی علماء کے پاس شریعت کے مقاصد کی واضح، مخصوص یا قطعی تعریف نہیں تھی بلکہ اُن سے الفاظ اور جملے ملتے ہیں،انہوں نے اس کے احکام اور شواہد سے متعلق کچھ احکام ، راز اور وجوہات کا ذکر کیا،،۔البتہ دور جدید کے محققین نے جہاں انسانی حیات کو در پیش مسائل کے حل میں نصوص و قواعد شریعہ کی روشنی میں فقہی اجتہاد کی جانب توجہ دی، وہیں مقاصد شریعہ کی تعریف، اصطلاحات اور اس کی مختلف انواع پر بھی روشنی ڈالی ہے،چنانچہ ،،علم المقاصد الشریعہ " کی تعریف بیان کرتے ہوئے شیخ محمد طاہر بن عاشور ، جو ابن عاشور کے نام سے معروف ہیں، فرماتے ہیں:

"مقاصد الشريعة العامة هي المعاني و الحكم الملحوظة للشارع في جميع أحوال التشريع و معظمها بحيث لا تختص

ملاحظتها بالكون في نوع خاص من أحكام الشريعة"[22]۔

وہ معانی و مطالب اور حکمتیں جو تمام شریعت اسلامی یا اکثر شریعت کے احوال میں شارع کے پیش نظر رہی ہیں،اور وہ احکام شریعت کی کسی خاص نوع کے ساتھ مخصوص نہیں،،۔

اسی طرح اس دور میں مقاصد شریعت کے حوالہ سے ایک معروف نام استاذ شیخ علال فاسی کا ہے مقاصد شریعت کی تعریف ذکر کرتے ہوئے شیخ رقم طراز ہیں:

"المراد بمقاصد الشريعة الغاية منها ، والأسرار التي رمى اليها الشارع الحكيم عند تقريره كل حكم من أحكامها،،[23]۔

مقاصد شریعت سے مراد اور ان سے مقصود وہ اسرار و حکم ہیں کہ شریعت کے احکام میں سے کسی حکم کے اثبات کے وقت مدبر اور حکیم شارع نے ان کی طرف اشارہ کیا ہو) ان تک پہنچے ہوں،،۔

مقاصد شریعت کے مفہوم کی وضاحت میں الشیخ احمد الریسونی لکھتے ہیں:

"مقاصد الشريعة: هي المعاني و الغايات و الأثار والنتائج، التي يتعلق بهاالخطاب الشرعي و التكليف الشرعي، و يريد من المكلفين السعي والوصول اليها،،[24]۔

مقاصد شریعت سے مراد وہ ثمرات، اثرات اور نتائج ہیں جن سے اسلامی مباحث اور شرعی احکام کا تعلق ہے اور مکلفین پر ان کی تلاش اور ان کو حاصل کرنے کی کوشش ضروری ہے،،۔

مقاصد شریعت کے اصطلاحی مفہوم کا حاصل:

مذکورہ بالا تعریفات سے معلوم ہوا کہ نصوص سے مقصود اصلی احکام شریعت ہیں،مقاصد شریعت سے مراد اسرار ، معانی اور حکمتیں ہیں، نیز انہی حکمتوں کو تمام احوال یا اکثر احوال میں پیش نظر رکھا گیا ہے اور شارع کا ہر حکم حکمت واسرار سے خالی نہیں۔

الغرض اللہ تعالی اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کو جن احکام کا مکلف بنایا وہ حکمت واسرار سے پُر ہیں، احکام کے حصول میں سعی / کوشش کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور انہی نصوص) احکام (کے پوشیدہ اسرار ورموز اور حکمتوں کو جاننے کے بعد نئے معاشرتی، سماجی، معاشی، معاملاتی اور سیاسی مسائل کا حل فقہائے کرام مقاصد شریعت کی روشنی میں ذکر کرتے ہیں۔

ہم کوشش کریں گے کہ اپنے اس حلال معیارات سے متعلق مقالہ میں بھی اس وقیع مصدر شریعت سے استفادہ کریں۔

قواعد کلیہ،اجتہاد بالمقاصد اور حلال معیارات میں اختلاف:

قواعد فقھیہ، قواعد کلیہ ،الاشباہ والنظائر ، اور الفروق پر چاروں فقہی دبستانوں میں بہت کام ہوا ہے اس کام

اور قواعد کلیہ کے آغاز وارتقاء پر ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب رح نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے[25]۔

کیونکہ مقاصد شریعت کی بنیاد پر اجتہاد کا مقصد بندگان خدا کے لیے آسانی اور یسر پیدا کرنا ہے،تاکہ لوگ مشقت اور حرج میں مبتلا نہ ہو جائیں اور قواعد فقہیہ میں ایک تعداد ان قواعد کی ہے جو آسانی اور یسر پیدا کرتے ہیں، ضرر اور حرج کو دفع کرتے ہیں، قرآن و سنت میں یہ قواعد موتیوں کی طرح بکھرے پڑے ہیں، اس لیے یہ قواعد مقاصد شریعت اور حکمتِ تشریعی کی بنیاد پر اجتہاد کی بنیاد بنتے ہیں، اس طرح مقاصد شریعت اور قواعد فقہیہ میں باہم ربط ہے۔

،، قواعد الاحکام فی مسائل الأنام،، جو مقاصد شریعت پر سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے اس میں باقاعدہ قواعد فقہیہ کااستخراج کیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ قواعد کلیہ ، قواعد فقہیہ اور مقاصد شریعت میں گہرا ربط ہے۔

،،اس فتویٰ میں مقاصد شریعت کا لفظ استعمال نہیں ہوا اس کی جگہ قواعد شرعیہ کا حوالہ دیا گیا ہے،،[26]۔

مندرجہ ذیل قواعد کو عموما مقاصد شریعت کے ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

1. المشقۃ تجلب التیسیر
2. الامر اذا ضاق اتسع
3. الضرر یزال
4. لاضرر ولا ضرار
5. تصرف الامام بالرعیۃ منوط بالمصلحۃ۔
6. الضرریدفع بقدر الامکان
7. الحرج مدفوع

انہیں قواعد کو ڈاکٹر محمود غازی نے حکمت تشریع اور مقاصد شریعت کی بنیادیں قرار دیا ہے ہم اختصار کے ساتھ ان کو ذکر کرتے ہیں۔

1۔ یسر اور آسانی:

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

یُرِیْدُ اللّٰہ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ

اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے، تم پر سختی کرنا نہیں چاہتا"

یعنی محرمات سے بچتے ہوئے مطلوبہ آسانی میسر ہو تو اسے اختیار کرنے کی اجازت ہے ورنہ نہیں۔

2۔رفع حرج

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَ مَا جَعَلَ عَلَيۡكُمۡ فِي الدِّيۡنِ مِنۡ حَرَجٍ

اللہ تعالیٰ نے دین کے معاملہ میں تم پر کوئی تنگی نہیں کی،،۔

یعنی شریعت پر عمل کرنے کے دو جائز طریقے ہیں۔ ایک میں مشقت ، تنگی اور حرج ہے۔ جبکہ کے دوسرے جائز طریقے میں یسر، آسانی اور آسائش ہے آپ دوسرے راستے پر بلا کراہت عمل کر سکتے ہیں۔

3۔ رخصت وعزیمت

جب کوئی عارضی مشقت پیش آتی ہے تو عارضی آسانی بھی پیدا ہو جاتی ہے مثلا عزیمت کی جگہ رخصت کو اپنایاجاسکتا ہے سفر میں روزہ ترک کرنے کی رخصت اور اجازت ہے اگر چہ روزہ رکھ لینا عزیمت ہے۔

4۔ لوگوں کی مصلحت کا لحاظ:

یعنی ان مصلحتوں کا لحاظ رکھنا جو شرعا معتبر بھی ہوں اور ان کا تعلق مقاصد خمسہ سے ہو بالواسطہ یا بلا واسطہ، لوگوں کے جائز مصالح کو پورا کرتی ہو۔

5۔ تدریج:

یعنی شریعت کے احکام پر آہستہ آہستہ کر کے تدریج سے عمل کرانا اور لوگوں کو آہستہ آہستہ دین کے راستے پر لانا یہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کا بنیادی طریقہ کار اور اللہ تعالی کی سنت ہے۔

6۔عدل:

لوگوں کے لیے قواعد وضوابط بنانے یا کوئی نظام وضع کرنے میں عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑناچاہیے یہ حکمت تشریع کی ایک اور بنیاد ہے۔

7۔ مساوات:

مساواتِ آدمیت، اسلامی شریعت کے بنیادی اور اساسی احکام میں سے ہے[27]۔

سطور بالا سے یہ بات واضح ہورہی گئی کہ مقاصد شریعت اور مذکورہ بالا قواعد فقہیہ ایک باب کے دو عنوان ہیں،اوران تمام تر تفصیلات میں غور کرنے سے یہ بھی بات الم نشرح ہو جاتی ہے کہ مقاصد شریعت پر عمل کرنا یا اجتہادبالمقاصد کا مقصد لوگوں کو تنگی سے بچانا ہے، ان سے مشقت حرج اور ضرر کو دور کرنا ہے، جب لوگ شریعت کے عام قواعداور قیاس جلی پر عمل کر کے مشقت میں مبتلا ہو جائیں تو وہاں یسر اور آسانی پیدا کرنے کے لیے فقہاء احناف ،،استحسان،، پراور فقہاء مالکیہ ،،مصالح مرسلہ،، پر عمل کرتے ہیں۔ڈاکٹر طفیل ہاشمی لکھتے ہیں:

مجتہدین اور فقہاء کرام رح نے جب محسوس کیا کہ کئی مسائل میں مصادر فقہیہ سے ماخوذ حکم مقاصد شریعت سے ہم آہنگ نہیں تو انہوں نے مقصد کو قربان کرنے کے بجائے مصادر فقہیہ پر نظر ثانی کرتے ہوئے کچھ نئے

راستے کھولے جن میں فقہ حنفی کے استحسان اور فقہ مالکی کے مصالح مرسلہ کو بہت اہمیت حاصل ہے،فقہ حنفی کی تدوین تمام مکاتب فقہ سے مقدم ہے، اس لیے حنفیہ نے دیکھا کے قیاس جلی کے تقاضے بعض حالات میں لوگوں کے لیے تنگی پیدا کرتے ہیں یا قیاس جلی ضروریات دین کے کسی تقاضے کو نقصان پہنچانے کا باعث بن رہا ہے تو انہوں نے شریعت پر مفاہمت کرنے کی بجائے قیاس سے ہٹ کر استحسان کے ذریعے ، قواعد کلیہ، ضروریات دین اور مقاصد شریعت کا تحفظ کیا۔[28]

حلال معیارات میں اختلاف کا حل مقاصد شریعت کی روشنی میں:

مقاصد شریعت کی جو تفصیل ماقبل میں مذکورہ ہوئی اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ مقاصد شریعت کا حاصل صرف لفظ ہیں،،جلب منفعت اور دفع مضرت،،یا دفع مضرت اور ان دو میں بھی دفع حرج اہم ہے کیوں کہ دفع حرج بھی ایک اہم منفعت ہے،انٹرنیشنل سطح پہ حلال کی کھربوں ڈالر کی تجارت میں اگر کوئی اسٹینڈر رکاوٹ بن رہا ہے تو یقینا یہ امت کے لئے بڑے حرج اور مشقت کا باعث ہے،اور ایک عظیم معاشی خسارہ کا سبب بھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ امت کے افراد کی استعمالی ضروریات میں مشکل کی وجہ بھی ہے،اور ہم دیکھتے ہیں کہ شریعت مقدسہ میں اس سے بھی کم مشقت کے موقع پہ صرف دفع حرج کے لئے اس ممنوع چیز کے استعمال کی اجازت دی ہے،اور پھر ان امور میں بھی اجازت دی ہے جن کا تعلق کسی ایک فرد کی مشقت کو دفع کرنے کے ساتھ ہوتا ہے،کتب فقہ اس کی مثالوں سے بھری پڑی ہیں،پھر پوری امت کے اور پھر کھربوں ڈالر کے معاشی خسارہ کو اور اس سے بڑھ کر امت کی ضروریات میں حرج کو شریعت مقدسہ کیسے برداشت کر سکتی ہے۔

یقیناً دفع حرج ہی مقاصد شریعت کا اہم منشاء ہے تو ہم دیکھتے ہیں کن شرعی اصولوں کو سامنے رکھ کر ہم حلال اسٹینڈرز میں سے پیدا شدہ مشکلات کا حل پیش کرسکتے ہیں۔

1۔فقہ المقاصد کی روشنی میں حلال معیارات میں اختلاف کا پہلا حل :

ہم دیکھتے ہیں مقاصد شریعت خمسہ پی عمل کی تین سطحیں ہیں:

1۔ضروریات

2۔حاجیات

3۔ تحسینیات

جن چیزوں پر انسانی زندگی کا قیام وبقا موقوف نہ ہو، بلکہ وہ شرافت، مقام ومرتبہ اور عظمت کا ذریعہ بنیں ، جیسے اچھی عادات ، معاشی و معاشرتی زندگی میں اعتدال و توازن ، آداب و اخلاق وغیرہ،یعنی ان کی وجہ سے زندگی میں حسن پیدا ہوجاتا ہے،جیسے عبادات میں فرائض وواجبات کے بعد نوافل اور مستحبات تحسینیات میں آتے ہیں، ابوالحسن الآمدی اس کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

وَأَمَّا إِنْ كَانَ الْمَقْصُودُ لَيْسَ مِنْ قَبِيلِ الْحَاجَاتِ الزَّائِدَةِ، فَهُوَ الْقِسْمُ الثَّالِثُ، وَهُوَ مَا يَقَعُ مَوْقِعَ التَّحْسِينِ وَالتَّزْيِينِ وَرِعَايَةِ أَحْسَنِ الْمَنَاهِجِ فِي الْعَادَاتِ وَالْمُعَامَلَاتِ،[29]"۔

بہر حال اگر مقصود حاجات زائدہ کی قبیل میں سے نہ ہو تو یہ تیسری قسم ہے، جو کہ عادات و معاملات میں اچھے انداز کی رعایت کرنے اور تحسین و تزئین کو اپنانے کا نام ہے۔۔(یعنی ان اچھی عادات وصفات کو اپنانے کا حکم دیا گیا، جس سے انسانی کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوتاہے اوران کے حصول میں رکاوٹ بنے والی یا اثر انداز ہونے والی اشیاء پر پابندی لگائی گئی ہے، جیسے حرام مال کے علاوہ گندی اور ناپاک چیزوں کے استعمال کی ممانعت اسی وجہ سے ہے، تا کہ اس قسم کے مصالح اور فوائد حاصل ہوں اور مضمرات دور ہو سکیں۔

تحسینات کی بھی دو قسمیں ہیں:

تحسینیہ اصلیہ مذکورہ بالا تحسینیات کی بیان شدہ تفصیل سے مراد تحسینیہ اصلیہ ہی ہے۔

مکملات و تتمات تحسینیہ:

نفلی صدقات کا حکم تحسینیات میں دیا گیا ہے، لیکن اس کی تکمیل کے لئے مال خرچ کرنے میں میانہ روی کی تاکید کی گئی، تا کہ آدمی اپنا سارا مال خرچ کر کے دوسرے کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاتا پھرے۔ یہ تحسینیات کے مکملات میں سے ہے۔

جب امت اور امت کے افراد سے دفع حرج اور مشقت کو دور کرنے کے لئے شریعت کے اصول کلیہ کو ترک کیا جاسکتا ہے تو تحسینیات کو تسلیم بدرجہ اولی چھوڑاجا سکتاہے۔

لہذا مختلف ممالک کے حلال اسٹینڈرز میں جہاں مستحبات کی وجہ سے اختلاف پیدا ہورہا ہے اور وہ عالمی تجارت میں رکاوٹ یا مشکلات کا باعث بن رہے ہیں تو امت سے دفع حرج کے لئے اسٹینڈرز سے وہ شقیں اور کلاز حذف کئے جا سکتے ہیں یا ان سے صرف نظر کیا جاسکتا ہے۔ہماری فقہ میں یہ ضابطہ اکثر نظروں سے گرزتا ہےاور یہ تقریباًہر باب سے متعلق ہے:

وانما یتنزہ احتیاطاً[30]

یعنی اس چیز سے احتیاطاًبچا جائے

یہ احتیاط مندوب ومستحب اور تقوی کےدرجہ کی چیز ہے:

ایک عالمی معیار یا مختلف معیارات میں ہم آہنگی کے لئے یا یوں تعبیر کرلیں کہ عالمی حلال تجارت کے فروغ کے لئے اس کا خلاف گوارہ کیا جاسکتا ہے،جس کی کئی فقہی نظیریں موجودہیں۔

حلال معیارات پہ سب سے مضبوط اوراولین کام کرنےوالےانڈونیشیا کے معروف عالم شیخ علی مصطفی یعقوب

نے بھی اس بات کو محسوس کیا وہ لکھتے ہیں :

"ان کاوشوں کو عملی عملی طور پر نافذ کرنے کے لئے ان اداروں نے شرعی معاییر وضع کئے ہیں، لیکن ان معاییر میں بعض کے اندر قدرے تشدد پایا جاتا ہے کہ انہوں نے ان مصنوعات کی پیداوار کے سلسلہ میں بعض ایسی چیزوں کو واجب قرار دیا ہے جو کہ واجب نہیں اور یہ بات بعض اوقات غذائی مصنوعات کی تیاری کے سلسلہ میں تنگی اور تکلیف کا سبب بنتی ہے"[31]۔

حلال سرٹیفکیشن کی ایسی شرائط جو شریعہ میں شرط کے درجہ میں نہیں، بلکہ مستحب اور اولی کے درجہ میں میں اس کی وجہ سے چیز حرام تو نہیں ہو گی ، البتہ اس کو نا پسندیدہ کہہ سکتے ہیں۔

جس طرح شریعہ کا معیار فرض، واجب، مستحب یا حرام اور مکروہ کی صورت میں ایک معتدل اور لچکدار (Flexible)معیار ہوتا ہے اسی طرح عالمی سطح پر بننےوالے معیارات میں بظاہر تو مستحب درجہ کی چیزوں کو بھی معیار کا حصہ بنایا جاتا ہے لیکن ان معیارات میں شامل ہر چیز لازم اور فرض یا شرط کے درجہ میں نہیں ہوتی، اس کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب کبھی ان غیر ضروری شرائط پر عمل نہیں ہوتا تو عالمی معیارات Global) (Standardsمیں یہ تصریح موجود ہے کہ ایسی صورتحال میں فوراً سرٹیفکیشن کو منسوخ نہ کیا جائے، بلکہ اس کے بارے میں رعایت (Relaxation)دی جائے، جیسے شریعہ میں مستحب و مکروہ امور کے معاملہ میں گنجائش ہوتی ہے اسی طرح حلال معیارات میں بھی ایسی شقوں (Clauses) کے بارے میں گنجائش موجود ہوتی ہے، ہاں البتہ یہ بات اشد ضروری ہے کہ کوئی بھی حلال تصدیقاتی ادارہ ہو ،اس کے پاس شرعی نگرانی کامضبوط نظام موجود ہو جو اس فرق مراتب (Categorization) کا لحاظ رکھ سکے،،[32]۔

2۔القلیل کالمعدوم:

ہماری فقہی تراث کاایک خوبصورت قاعدہ ،،القلیل کالمعدوم،،ہےجو اپنے دامن میں یسر و تیسیر کا وسیع خزانہ سمیٹے ہوئے ہے، القلیل مغتفر اور القلیل معفو عنہ،القلیل معاف،القلیل تجری فیہ المسامحۃ اس کی خوبصورت تعبیریں ہیں۔

درحقیقت یہ قاعدہ بھی امت سے دفع حرج اور دفع مشقت کی صدادیتاہےجو ،،مقاصد شریعت،،کا ہی ایک عمدہ اندازہے،مختلف ابواب فقہ کا مطالعہ اس بات کی خبردیتاہے کہ امت سے دفع مشقت اور رفع حرج کے لئے جس طرح یہ قاعدہ شریعت نے مقرر کیا ہے اسی طرح اور اسی مقصد کی خاطر دیگر کچھ ضابطے بھی عنایت فرمائے ہیں جیسے

مالایمکن الاحتراز عنہ فہومعفوعنہ[33]

اسی طرح صاحب ھدایہ لکھتے ہیں:

"مالایمکن التحرز عنہ جری وجودہ مجری عدمہ"۔

یعنی جس سے بچنا ممکن نہ ہو اس وجود مقام عدم پہ ہے۔

صاحب ھدایہ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لانہ لایمکن الاحتراز عنہ وفی اعتبارہ سد باب الاصطیاد

یعنی غیر ممکن الاحتراز کا اعتبار کرنے سے تو شکار کا دروازہ بند ہو جائے گا جو یقیناباعث حرج ہے۔

ان فقہی قواعد و تعلیلات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شریعت امت کے افراد کو مشقت میں ڈالنا نہیں ہے۔

خلاصہ بحث

1. شریعت کے مقاصد سے مراد احکام الہی کے وہ اسرار و رموز اور حکمتیں ہیں، جنہیں شارع نے تمام احوال یا اکثر احوال میں ملحوظ رکھا۔
2. شریعت کا کوئی بھی حکم حکمت ، معانی اور فوائد و ثمرات سے خالی نہیں۔
3. مجتہد پر شرعی احکام کے مقاصد اور حقائق پر دسترس کو لازم قرار دیا گیا اور اسے اجتہاد کے لیے شرط قرار دیا گیا ہے، جس کی بنیاد پر وہ جدید پیش آمدہ مسائل کو باحسن انداز حل کر سکتا ہے۔
4. فقہائے کرام پر ضروری ہے کہ وہ مقاصد شریعت کی روشنی میں نئے معاشرتی و سماجی، معاشی و معاملاتی ، طبی واخلاقی اور سیاسی مسائل کا حل تلاش کریں۔
5. شریعت کے مقاصد کے علم سے بنیادی طور پر دینی اور دنیوی فوائد حاصل ہوتے ہیں اور یہ نقصانات اور فسادات کو دور کرنے کا اہم ذریعہ ہیں۔
6. بعض اوقات قیاس جلی اور قواعد عامہ پر عمل کرنے کی صورت میں لوگوں کو مشکلات اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہاں لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنے کے لیے ، مقاصد شریعت سے کام لیا جاتا ہے۔
7. امام مالک رح کے ہاں مصالح مرسلہ اور احناف کے استحسان، دونوں مقاصد شریعت کا ہی مفہوم ادا کرتے ہیں۔
8. قواعد کلیہ کی ایک تعداد جو یسر اور دفع حرج پہ مشتمل ہے، وہ بھی مقاصد شریعت کی بنیاد ہیں، فقہاء کرام کبھی مقاصد شریعت کی جگہ ان قواعد کلیہ کو ذکر کردیتے ہیں۔

فقہِ مقارن کا کردار

آبی حیات سے متعلق فقہی اختلاف کو سمجھنے کے لیے فقہِ مقارن بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ اس کے ذریعے مختلف فقہی

مذاہب کے دلائل، اصول اور نتائج کا تقابلی جائزہ لیا جا سکتا ہے۔[34]

مثلاً سمندری جانوروں کے بارے میں حنفی موقف اور جمہور کے موقف میں فرق موجود ہے۔[35] حنابلہ کے نزدیک جو جانور صرف پانی میں زندہ رہتا ہو وہ اصولاً حلال ہے، اگرچہ وہ مچھلی نہ ہو۔[36] لہٰذا عالمی حلال اسٹینڈرڈ کی تشکیل میں فقہِ مقارن مختلف معتبر آراء کو سامنے لانے کا ذریعہ بنتی ہے، جبکہ فقہ المقاصد ان آراء کے انتخاب میں مصلحت اور مآلات کو ملحوظ رکھنے میں مدد دیتی ہے۔

رفعِ حرج اور حلال اسٹینڈرڈز

مقاصدِ شریعت کا ایک اہم مقصد رفعِ حرج ہے۔[37] اگر کسی حلال اسٹینڈرڈ کی ایسی شرط جو شرعاً قطعی طور پر لازم نہ ہو، عالمی تجارت میں غیر معمولی رکاوٹ پیدا کرے تو اس شرط کی حیثیت پر دوبارہ غور کیا جا سکتا ہے۔[38] اور عالمی حلال تجارت میں پیدا ہونے والے حرج اور معاشی مشکلات کو مقاصدِ شریعت کے اصولوں کی روشنی میں حل کیا جا سکتا ہے۔

مستحبات اور حلال معیار

حلال اسٹینڈرڈ میں شرعی واجب اور مستحب یا احتیاطی امور کے درمیان فرق ضروری ہے۔ اگر کوئی مستحب شرط مختلف ممالک کے اسٹینڈرڈز میں اختلاف پیدا کر کے عالمی تجارت میں رکاوٹ بن رہی ہو تو اسے لازمی شرط بنانے کے بجائے اس میں گنجائش پیدا کی جا سکتی ہے۔ اصل تحقیق میں یہی اصول بیان کیا گیا ہے کہ تحسینی امور کی وجہ سے اگر عالمی تجارت میں مشکلات پیدا ہوں تو ایسی شرائط کو حذف یا ان سے صرفِ نظر کیا جا سکتا ہے۔[39]

آبی حیات پر فقہ المقاصد کا اطلاق

آبی حیات سے متعلق کسی مسئلے میں مقاصدی منہج اختیار کرتے ہوئے درج ذیل ترتیب مفید ہو گی[40]

- آبی جانور کی نوعیت متعین کی جائے۔
- متعلقہ شرعی نصوص کا جائزہ لیا جائے۔
- فقہی مذاہب کی آراء جمع کی جائیں۔
- اختلاف کی علت معلوم کی جائے۔[41]
- قطعی اور اجتہادی حکم میں فرق کیا جائے۔
- معتبر فقہی اقوال میں سے مصلحت اور رفعِ حرج کو ملحوظ رکھتے ہوئے مناسب قول کا انتخاب کیا جائے۔

اس طریقے سے فقہی اختلاف کو ختم کرنے کے بجائے اسے منظم اور قابلِ عمل حلال معیار میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔[42]

نتیجہ

اس تحقیقی مقالے سے معلوم ہوا کہ آبی حیات سے متعلق حلال اسٹینڈرڈز میں اختلاف کی ایک اہم وجہ فقہی مذاہب کے درمیان موجود اجتہادی اختلاف ہے۔ تاہم یہ اختلاف عالمی سطح پر ہم آہنگ حلال معیار کی تشکیل میں ناقابلِ حل رکاوٹ نہیں۔[43]

فقہ المقاصد، فقہِ مقارن اور قواعدِ کلیہ کو باہم مربوط کر کے ایسا معیار تشکیل دیا جا سکتا ہے جس میں شرعی ثوابت محفوظ رہیں،

معتبر فقہی اختلاف کا احترام ہو اور غیر ضروری حرج بھی پیدا نہ ہو۔[44] اس طرح سے فقہی اختلاف کی وجہ سے حلال انڈسٹری کو پیش آنے والی مشکلات کا حل اسلامی فقہ کے اصولوں سے تلاش کیا جاسکتا ہے۔[45]

الغرض آبی حیات سے متعلق حلال اسٹینڈرڈز میں اختلاف ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا تعلق صرف فقہی اختلاف سے نہیں بلکہ عالمی تجارت، صارفین کے اعتماد اور اسلامی ممالک کے درمیان تجارتی روابط سے بھی ہے۔ اس لیے اس مسئلے کا حل محض کسی ایک فقہی رائے کو اختیار کرنے میں نہیں بلکہ فقہِ مقارن، فقہ المقاصد اور جدید سائنسی و تجارتی تقاضوں کے باہمی امتزاج میں ہے۔ فقہ المقاصد اس پورے عمل کو ایک ایسا اصولی منہج فراہم کرتی ہے جس کے ذریعے شرعی ثوابت کی حفاظت کرتے ہوئے معتبر اجتہادی اختلاف میں گنجائش، مصلحت اور رفعِ حرج کو ملحوظ رکھا جاسکتا ہے۔ یہی منہج آبی حیات سے متعلق حلال اسٹینڈرڈز میں زیادہ مؤثر اور عملی ہم آہنگی پیدا کرنے کی بنیاد بن سکتا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] احمد الریسونی، مدخل إلی مقاصد الشریعة، ص9؛ محمود احمد غازی، قواعد کلیہ اور ان کا آغاز و ارتقاء، اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، 1992ء، ص42۔

[2] معهد التقييس والمواصفات للدول الإسلامية(SMIIC) ، المواصفة القياسية العامة للأغذية الحلال(OIC/SMIIC 1:2019) ،)إسطنبول: الأمانة العامة ل-(SMIIC ، البند4: متطلبات الأغذية (المنتجات البحرية)، ص12-15۔

[3] International Islamic Fiqh Academy, Resolution No. 225 (9/23): Rules for Applying Maqasid in Contemporary Fiqh, 23rd Session, (Jeddah: OIC, 2018)

[4] کتاب الذبائح ،الباب الثانی فی بیان ما یؤکل من الحیوان وما لایؤکل،ج5 ، ص 289 ط۔ رشیدیہ

[5] جامع الترمذی : محمد بن عیسیٰ الترمذی، سنن الترمذی، کتاب الطھارۃ، باب ماجاء في ماء البحر أنہ طھور، حدیث نمبر:69۔

[6] الأم، کتاب الصید والذبائح

[7] الطیار ، عبد الله بن محمد بن احمد ، وَبَلُ الغَمَامَةِ فی شَرحِ عُمدَةِ الفِقهِ لابنِ قُدامَۃ، دار الوطن للنشر والتوزیع، الریاض، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، 1429ھ-1432 - ھ، ج7، ص138

[8] فتاویٰ ندویہ، کتاب الذبائح، الباب الثانی فی بیان مایؤکل من الحیوان ومالا یؤکل، ج5، ص289، طبع رشیدیہ 186ھ۔

[9] ابن قدامہ، عبداللہ بن أحمد، المغنی، بیروت: دار الفکر، 1405ھ/1985ء، ج9، ص324۔

[10] القرآن الکریم سورۃ المائدہ آیت نمبر 96

[11] جامع الترمذی: محمد بن عیسیٰ الترمذی، سنن الترمذی، کتاب الطھارۃ، باب ماجاء فی ماء البحر أنہ طھور، حدیث نمبر: 69۔

[12] ابن قدامہ، المغنی، بیروت: دار الفکر، 1405ھ؛ النووی، المجموع شرح المھذب، بیروت: دار الفکر، 1417ھ/1997ء؛ الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1406ھ/1986ء

[13] سلیمان بن الأشعث السجستانی، سنن أبی داود، کتاب الطھارۃ، باب الوضوء بماء البحر، حدیث نمبر: 83۔ (نبی کریم ﷺ نے سمندر کے بارے میں فرمایا: "اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے")۔

[14] محمد بن یعقوب الکلینی، الکافی، کتاب الأطعمۃ والأشربۃ، باب أکل السمک، جلد 6، صفحہ 219، حدیث نمبر: 1۔ (حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "مچھلی میں سے وہ کھاؤ جس پر چھلکا/فلس ہو، اور وہ نہ کھاؤ جس پر چھلکا نہ ہو")۔

[15] ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، بیروت، ط۔1414ھ، ج3 ،ص353

[16] احمد الریسونی، الدکتور ، مدخل الی مقاصد الشریعۃ، دار الکلمۃ للنشر والتوزیع، القاہرۃ، 2010ء، ص7

[17] عبدالرحمٰن طہ، الدکتور ، تجدید المنہج فی تقویم التراث، الدار البیضاء، القاہرۃ، 1994ء، ص98

[18] الجوھری، اسماعیل بن حماد، الصحاح تاج اللغۃ و صحاح العربیۃ، دار العلم للملا یین، بیروت، 1407، 1987ء، ج3، ص1236

[19] ابن الاثیر ، المبارک بن محمد بن محمد ، النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر، المکتبۃ العلمیۃ، بیروت، 1399ھ، ج2، ص460

[20] الراغب الاصفہانی، الحسین بن محمد المفردات فی غریب القرآن، دار القلم، بیروت، الطبعۃ الاولی 1412ھ، ص450

[21] الخادمی، نورالدین بن مختار، علم المقاصد الشرعیۃ مکتبۃ العبیکان، الریاض، 2001ء، ص15

[22] ابن عاشور، محمد الطاہر بن عاشور ، مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، دار الکتب اللبنانی، بیروت، 2011، ص82

[23] الفاسی، الاستاذ علال، مقاصد الشریعۃ ومکارمہا، الدار البیضاء، بیروت، 1983ء، ص7

[24] احمد الریسونی ، الدکتور ، مدخل الی مقاصد الشریعۃ، ص9 ۔

[25] قواعد کلیہ اور ان کا آغاز وارتقاء، اسلام آباد، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، 1992ء، ص3

[26] محمد الانصاری، ڈاکٹر ، القواعد الفقھیہ من خلال کتاب، قواعد الاحکام فی مسائل الانام، قاہرہ سکندریہ ، دار السلام للطباعۃ والنشر،1433ء

[27] غازی، ڈاکٹر محمود احمد ، محاضرات فقہ ،لاہور ، الفیصل ناشران و تاجران کتب جون2005 ء،ص320 تا 330

[28] اجتماعی اجتہاد مقاصد شریعت کی روشنی میں,اسلام آباد،الشریعہ اکیڈمی ۔ص141

[29] الآمدی، علی بن ابی علی ، ابوالحسن ، الاحکام فی اصول الاحکام، المکتب الاسلامی، بیروت،ج3 ، ص275

[30] فاکھۃ البستان فی مسائل ذبحٍ وصید الطیر والحیوان،ص46

[31] معاییر الحلال والحرام مترجم،بحوالہ حلال وحرام کے شرعی معیارات،ص442

[32] عارف علی شاہ،مفتی،حلال سرٹیفکیشن شریعت کی روشنی میں،کراچی،سنحاحلال ایسوسی ایشن پاکستان،جون 2017ء

[33] الھدایہ،کتاب الصید،لاہور،اسلامی کتب خانہ،ج4 ، ص513

[34] ابن رشد، محمد بن احمد القرطبی، بدایۃ المجتھد ونھایۃ المقتصد، (قاہرہ: دار الحدیث)، کتاب الصید والذبائح، جلد2، صفحہ 189-191۔

[35] الکاسانی، علاء الدین، بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ)، کتاب التضحیۃ / مایحل اکلہ ومایحرم من الحیوانات، جلد 5، صفحہ 35-36۔

[36] ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد المقدسی، المغني، تحقیق: عبداللہ بن عبد المحسن الترکي، (قاہرہ: دار ھجر)، کتاب الصید والذبائح، مسأئۃ: صید البحر، جلد13، صفحہ 345-348۔

[37] القرآن، سورۃ الحج22:78 («وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ»)؛ اور سورۃ المائدۃ5:6 («مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ»)۔ نیز دیکھئے: الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات، (الخبر: دار ابن عفان)، کتاب المقاصد، النوع الثاني: في قصد الشارع في وضع الشریعۃ للتکلیف (قصد رفع الحرج)، جلد2، صفحہ 131-135۔

[38] السیوطی، جلال الدین، الأشباہ والنظائر في قواعد وفروع فقہ الشافعیۃ، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ)، القاعدۃ الثالثۃ: المشقۃ تجلب التیسیر، صفحہ 76-78۔

[39] ابن عاشور، محمد الطاہر، مقاصد الشریعۃ الإسلامیۃ، تحقیق: محمد الحبیب ابن الخوجۃ، (قطر: وزارۃ الأوقاف والشؤون الإسلامیۃ)، الجزء الثالث: المقاصد المتعلقۃ بالتصرفات المالیۃ، صفحہ 441-445۔

[40] مقاصد الشریعۃ الإسلامیۃ،، الجزء الثاني: في طرق إثبات المقاصد الشرعیۃ وکیفیۃ التعامل معھا، صفحہ 180-185۔

[41] الشاطبی، کتاب الاجتهاد: المسألة الثانیة (في الاجتهاد في تحقیق المناط وتنقیحه)، جلد 5، صفحہ 22-28۔

[42] الزحیلی، وہبہ بن مصطفیٰ، الفقه الإسلامي وأدلته، (دمشق: دار الفکر)، مقدمة الطبعة الثالثة: في تقنین الفقه الإسلامي والاستفادة من المذاهب، جلد 1، صفحہ 52-55۔

[43] ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، رفع الملام عن الأئمة الأعلام، (قاہرہ: دار ابن الجوزي)، صفحہ 12-15۔

[44] الریسونی، احمد، نظریة المقاصد عند الإمام الشاطبي، (ہرنڈن: المعهد العالمی للفکر اسلامی)، الفصل الرابع: أثر المقاصد في الاجتهاد والفقه، صفحہ 315-320۔

[45] مجمع الفقه الإسلامي الدولي، قرارات وموصیات مجمع الفقه الإسلامي الدولي، (جدہ: المنظمة التعاون الإسلامي)، القرار رقم: 107 (1/12) بشأن "الأطعمة المعدنیة وراثیاً والأغذیة المستوردة والمعاییر الشرعیة للحل"، مجلة المجمع، ع 12، ج 3، ص 541۔